حج

بندگی، مغفرت اور نجات کا عظیم سفر

156

مدینہ مدینہ

ہدیہ: 30 روپے

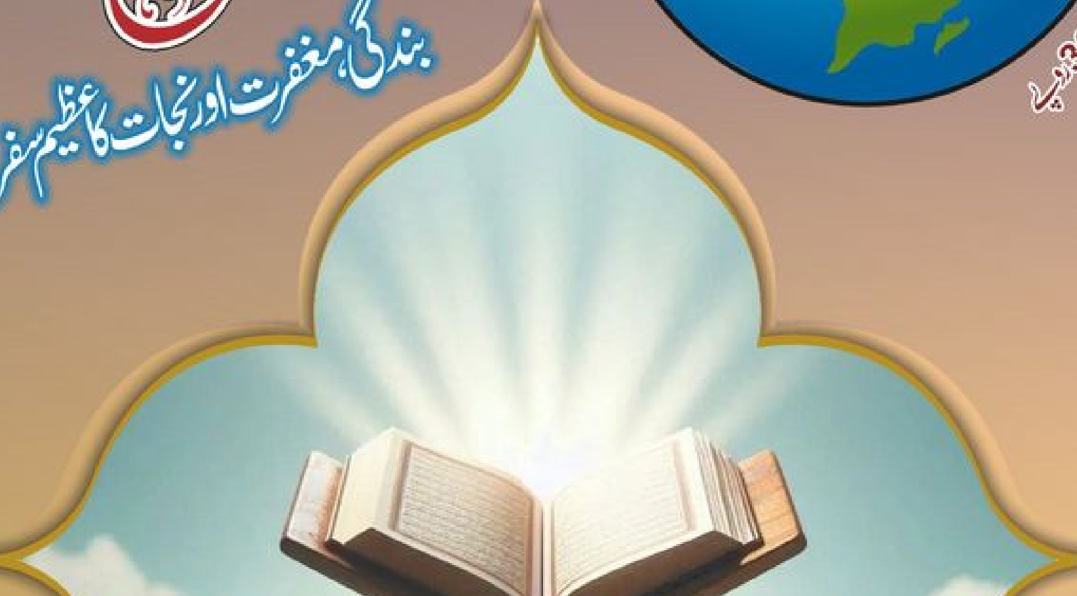

تحفوں کی بارش

مدینہ... مدینہ

مزید پریشانیاں

نعت ہوتی گئی

دل میں آیا مقدر ہو نعت نبی ﷺ
ہاتھ پھیلا دیئے نعت ہوتی گئی

میرے ہونٹوں نے باہم جو بوسہ لیا
بس محمد ﷺ کہا نعت ہوتی گئی

اسم احمد ﷺ کو دیکھا تو عقدہ کھلا
حمد سے آہ ملی نعت ہوتی گئی

میں نے قرآں سے پوچھا کہ کیا کیا لکھوں
وہ سناتا گیا نعت ہوتی گئی

اے یتیمی! تو کس عمر میں آ ملی؟
اُس کے آنسو گرے نعت ہوتی گئی

اے حِرا تیرا چرچا ہے عالم میں کیوں؟
اُس نے اِقْرَأْ کہا نعت ہوتی گئی

یہ خدیجہ کے ہاتھوں میں کمبل ہے کیا
زَمِّلُونِی سنا نعت ہوتی گئی

جن کو دعوت کے رستے میں پتھر پڑے
سنگ شرما گئے نعت ہوتی گئی

خون طائف کی وادی میں کس کا گرا؟
خوں مہکنے لگا نعت ہوتی گئی

وہ مظالم وہ ہجرت وہ تنہائیاں
صبر بڑھتا گیا نعت ہوتی گئی

مسکراہٹ تو دیکھو! جبل ثور کی
"مَعِیَ رَبِّی" کہا نعت ہوتی گئی

پھر جہاد آ گیا ہاں جہاد آ گیا
کفر گھٹتا گیا نعت ہوتی گئی

اُن کے اخلاق میں "سیف" شامل ہوئی
دین بڑھتا گیا نعت ہوتی گئی

میں نے کعبہ سے پوچھا کہ بت کیا ہوئے
وہ بتاتا گیا نعت ہوتی گئی

میں تو شاعر نہیں کہ قصیدہ کہوں
بس مدینہ کہا نعت ہوتی گئی

اپنی تنہائیوں میں شفاعت طلب
بولا "صَلِّ عَلٰی" نعت ہوتی گئی

اُن کی یادوں میں ازہرؔ تڑپتے ہوئے
جو بھی کہتا گیا نعت ہوتی گئی

مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ

تحفوں کی بارش
مدینہ...مدینہ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے...... ’’دنیا‘‘ کے حالات تبدیل ہو رہے ہیں...... اور الحمدللہ ’’اہل ایمان‘‘ کے حق میں تبدیل ہو رہے ہیں...... جب تبدیلی اور ہلچل ہوتی ہے تو وہ اپنے ساتھ کچھ پریشانیاں بھی لاتی ہے...... خواہ وہ تبدیلی اچھی ہی کیوں نہ ہو...... کوئی آدمی کرائے کے مکان میں رہتا ہو...... پھر سالہا سال بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنا ذاتی مکان عطاء فرما دیں...... یہ خوشی کی بات ہے...... اور اچھی تبدیلی ہے...... مگر جب وہ نئے مکان میں منتقل ہو گا تو اسے ابتداء میں طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیاں پیش آئیں گی...... سامان کی منتقلی، بجلی، پانی اور معلوم نہیں کیا کیا انتظامات...... بس آج کل کے حالات کو ایسا ہی سمجھ لیجئے گا...... اس لیے آج کی مجلس میں ہم اُن پریشانیوں سے نکلنے کے طریقے پر بات کریں گے...... جو پریشانیاں اس وقت ’’اہل اسلام‘‘ پر آ رہی ہیں......

قرآن مجید کا معجزہ

قرآن مجید...... اللہ تعالیٰ کا کلام ہے...... ہماری سوچ سے بے حد بلند...... اس میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ’’مسائل‘‘ کا تذکرہ نہیں فرمایا...... بلکہ پہلے تمام مسائل کا جامع حل ارشاد فرما

دیا...... وہ ہے ''سورۂ فاتحہ'' پھر اس کے بعد تفصیل سے...... ہر ہر مسئلہ، ہر ہر مشکل اور ہر طرح کے حالات بیان فرمائے...... اور ساتھ ساتھ اُن کا حل بھی ارشاد فرمایا......

مثلاً سورۂ فاتحہ کے بعد...... ''سورۃ بقرہ'' ہے...... اس میں ''گائے'' کا تذکرہ ہے...... اور اہلِ علم نے فرمایا ہے کہ اس میں ''اہل اسلام'' کو ''یہودیوں'' کا فتنہ سمجھایا گیا ہے...... یہودی ''گائے والے'' ہیں...... اور یہودیوں کے دوست مشرکین بھی ''گائے والے'' ہیں...... ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ...... یہودیوں کا فتنہ سب سے سخت فتنہ ہے...... اور قیامت جیسے جیسے قریب آتی جائے گی یہودیوں کا فتنہ مزید سخت ہوتا چلا جائے گا...... اور بالکل ''قرب قیامت'' میں تو یہ فتنہ...... ''دجال'' کی صورت میں...... اہل زمین کے لیے ''ناقابل شکست'' بن جائے گا...... تب اللہ تعالیٰ آسمانوں سے مدد نازل فرمائیں گے...... حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واپس زمین پر اُتاریں گے...... اور ''اہل اسلام'' اُن کی قیادت میں ''دجال'' سے لڑیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ''دجال'' کو قتل فرمائیں گے......

خیر وہ تو بعد کی باتیں ہیں...... مقصد یہ کہ چونکہ یہودیوں...... یعنی ''گائے والوں'' کا فتنہ زیادہ سخت ہے تو...... سب سے پہلے ''سورۂ فاتحہ'' کے بعد سورۃ بقرہ کو لایا گیا...... اگر مسلمان اس ''سورہ مبارکہ'' سے رہنمائی لیں...... روشنی لیں...... اور اس ''سورہ مبارکہ'' کے فیض کو حاصل کریں تو وہ یہودیوں کے فتنے سے بچ سکتے ہیں...... اس وقت آپ دیکھ لیں...... سارا فتنہ ''یہودیوں'' کا ہے...... الحمد للہ ''اہل حماس''...... ''اہل غزہ'' نے سورہ بقرہ سے روشنی لے کر...... یہودیوں کی دُم میں آگ لگا دی ہے...... اب وہ اسی آگ کی جلن میں دوڑتے، بھاگتے، لڑتے مرتے اور لڑاتے، مراتے پھر رہے ہیں...... دو تین سال پہلے وہ ''ناقابل شکست'' سمجھے جاتے تھے...... ساری دنیا میں ''محبوب'' تھے...... مگر اب وہ ٹوٹ رہے ہیں، بکھر رہے ہیں...... اور آگ اُن کی دُم سے آگے اُن کے باقی جسم کی طرف بڑھ رہی ہے...... اور وہ پوری دنیا میں ''نفرت'' کا نشان

بن چکے ہیں...... انہوں نے آخری حربے کے طور پر ''امریکہ'' کو اپنے ساتھ میدان جنگ میں گھسیٹ لیا...... اس سے ''امریکہ'' کو شدید نقصان ہوا وہ اب اپنی سابقہ حیثیت کھو چکا ہے...... اور ''گائے والوں'' کا ساتھ دینے پر پچھتا رہا ہے......

سورۃ فاتحہ کا جامع حل

اللہ تعالیٰ نے کفر، نفاق، فسق، قبر، جہنم، یہودی، صلیبی، مشرک، شیطان، نفس امارہ وغیرہ کے فتنے قرآن مجید میں ذکر فرمائے ہیں...... اور ان سب کا ''جامع حل''...... قرآن مجید کے بالکل آغاز میں...... سورۃ فاتحہ کی شکل میں بیان فرمادیا ہے...... وہ حل کیا ہے؟ بس ایک اللہ تعالیٰ سے جڑ جاؤ...... اس کے سوا کسی کو ''رب'' نہ سمجھو...... ''رب'' میں واضح اشارہ روزی اور معیشت کی طرف ہے...... لوگ ''روزی'' اور معیشت کی خاطر ہی...... کفر، نفاق اور شیطان کے سامنے جھکتے ہیں...... سورۃ فاتحہ نے ہر طرح کی ''رحمت'' کا مالک...... اللہ تعالیٰ کو قرار دیا...... اور قیامت کا یقین دلوں میں بٹھادیا کہ...... قیامت برحق ہے اور اس دن سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی کچھ نہیں چلے گی...... اس لیے اعلان کردو...... اور دل میں بٹھالو کہ......

''اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ''

عبادت بھی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی...... اور مدد بھی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی...... اور سمجھادیا کہ...... ایمان اور اسلام ہی سب سے بڑی دولت ہے...... اس لیے سب سے زیادہ اسی کو مانگا کرو

''اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ''

اور ہمیشہ ''اہل حق'' کے ساتھ رہو...... اور ''اہل باطل'' کی ہرگز ہرگز اتباع نہ کرو...... اب اس خلاصے کا خلاصہ نکالیں تو دو کلمات میں نکلے گا (۱) صرف ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ جاؤ اسی کے سامنے جھکو (۲) اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو...... اس سے مانگنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے

......اب اس کا بھی خلاصہ نکالیں تو وہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک الفاظ میں ملے گا......ارشاد فرمایا......

”اَمَرَکُمْ بِالدُّعَاءِ وَوَعَدَکُمْ بِالْاِسْتِجَابَةِ“

اللہ تعالیٰ نے تمہیں ”دعاء“ کا حکم فرمایا ہے......اور دعاء قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے......

اس لیے ہر فتنے کی جڑ......غیر اللہ سے مانگنا......غیر اللہ سے اُمیدیں لگانا......غیر اللہ کی طاقت کے سامنے جھکنا......غیر اللہ سے ڈرنا......اور غیر اللہ کو دل دینا ہے......

دنیا میں انسان کو معیشت کی ضرورت ہے تو......اللہ تعالیٰ ہی ”رب العالمین“ ہیں......ماضی گواہ ہے......مسلمان جب تک اللہ تعالیٰ کو مانتے رہے......اور اللہ تعالیٰ کی مانتے رہے تو وہ......دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال رہے......انسان کو زمین پر ”مہربانی“ کی ضرورت ہے تو ”رحمٰن“ بھی اللہ تعالیٰ ہیں......انسان کو قبر و آخرت میں آسانی اور کامیابی کی ضرورت ہے تو......”رحیم“ بھی اللہ تعالیٰ ہیں......اور قیامت کے دن......جب اصل زندگی کا فیصلہ ہوگا تو نہ وہاں کوئی......صدر ہوگا نہ بادشاہ......وہاں صرف ایک حاکم ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ ہوں گے......

”مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ“

مگر یہ بات تبھی سمجھ آئے گی......جب اللہ تعالیٰ ہی کے احکامات کو مانا جائے......اور ہر مسئلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے......

”اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ“

تب انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ......وہ سب سے بڑی، سب سے قیمتی اور سب سے اعلیٰ اور دائمی نعمت مانگ سکے......اور وہ نعمت ہے ”ہدایت“......ایمان......اسلام......

”اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ“

بے اختیار

آج سورۃ فاتحہ پر لکھنے کا ارادہ نہیں تھا...... کیونکہ ”موضوع“ کچھ اور ہے...... مگر ”سورۃ فاتحہ“ کا تذکرہ آیا تو بے اختیار یہ چند الفاظ لکھ دئیے...... دراصل یہ سورۃ...... ہر بند مسئلے، ہر بند ذہن اور ہر بند خزانے کی ”فاتحہ“ یعنی کھولنے والی ہے......

کچھ عرصہ سے مکتوبات کا سلسلہ بند ہے...... کیونکہ موجودہ سیاسی حالات پر لکھنے سے خود کو روکا ہوا ہے...... موجودہ حالات ایسے نہیں ہیں کہ اُن پر بولا جائے، لکھا جائے...... یا کوئی تبصرہ اور تجزیہ کیا جائے...... ہر لمحہ تیزی سے بدلتے اِن حالات میں کچھ بولنا اور لکھنا ...... ”نقصان دہ“ ہے...... دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ قلم کو ”نقصان دہ“ باتیں پھیلانے سے محفوظ رکھیں...... ان حالات میں تو اہل ایمان کے تین کام ہونے چاہئیں......

١ خوش کرنے والی خبروں پر شکر ادا کرنا

٢ بہت کثرت سے استغفار کرنا...... تاکہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے بڑی خیر آتے آتے رک نہ جائے......

٣ اور دل میں کوئی شیطانی خوف نہ آنے دینا...... نہ موت کا، نہ ایٹمی دھماکے کا، نہ معاش کی تنگی کا...... اور نہ اسلام اور مسلمانوں کے مٹنے کا......

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ

یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے...... یہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ کا حصہ ہے...... اس پر ایمان لانا اور اسے ماننا لازم ہے کہ...... شیطان انسانوں کو فقر و فاقے اور مال و معیشت کی تنگی سے ڈراتا ہے...... اور اسی ڈراوے میں لا کر اُن سے ہر بُرا کام کراتا ہے...... ابھی دنیا میں اسی ”معیشت“ کے ڈر سے...... کتنی قتل و غارت ہو رہی ہے...... کتنی برائیاں ہو رہی ہیں...... کتنے مسلمان......

اس کی خاطر اسلام چھوڑ رہے ہیں ...... کتنے حکمران اس کی وجہ سے غلامیاں ڈھو رہے ہیں...... کتنے دیندار اسی خوف میں بددین ہو رہے ہیں ...... کتنے اہل خیر اس کی وجہ سے ’’خیروں‘‘ سے محروم ہو رہے ہیں...... حتیٰ کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ...... اپنے بچوں کو ’’قرآن‘‘ کی تعلیم سے محروم رکھ رہی ہے کہ...... یہ کھائیں گے کہاں سے؟......

’’استغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ‘‘......

ابھی حالیہ لڑائی کے خوف سے مسلمان حکمرانوں نے اپنا کتنا سرمایہ ...... چوروں کے ممالک میں منتقل کر دیا ہے...... تاجروں نے زیادہ سے زیادہ مال بنانے کے لیے مہنگائی پھیلا دی ہے...... اور حکمران صرف اسی طرف دوڑ رہے ہیں...... جہاں اُن کو...... معیشت کا فائدہ نظر آرہا ہے...... چنانچہ غریب لوگ مزید مشکلات میں پھنستے جا رہے ہیں...... مسلمان بھول گئے کہ...... اُن کے رب نے اُن سے روزی، اپنے فضل اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہوا ہے...... شرط یہ کہ وہ ’’مسلمان‘‘ رہیں......

’’وَاللّٰهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا‘‘ (البقرہ: 268)

دو بے حد قیمتی تحفے

سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات...... بہت بڑا اور بہت محفوظ خزانہ ہیں...... اللہ کے لیے یقین کرلیں کہ...... یہ دو آیات خاص الخاص، خاص الخاص اور بے حد قیمتی خزانہ ہیں......

......آمَنَ الرَّسُولُ...... سے لے کر...... آخر تک......

موجودہ حالات میں ان دو آیات کو کثرت سے پڑھیں...... اور ان میں مذکور دعاؤں سے ...... اپنی دنیا اور آخرت کو خوب چمکا لیں...... قسم ہے سورۃ بقرہ نازل کرنے والے رب کی کہ...... یہ دعائیں ہماری زندگی بہتر بدل دیں گی...... پہلے آپ کسی مستند ترجمے اور تفسیر میں ان دو آیات کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ لیں......

پھر وہ احادیث مبارکہ پڑھیں جو......ان دو آیات کی فضیلت میں حضرت آقا محمد مدنی ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں......پھر ان آیات کو صبح و شام پابندی سے پڑھیں......کم از کم ایک بار تو ضرور......اور توفیق ملے تو دس بار......سو بار یا زیادہ......

اور پھر......ان آیات میں جو دعائیں سکھائی گئی ہیں......اُن کو......اپنی نماز کے سجدوں میں......اور ''التحیات'' کے اخیر میں یقین سے مانگیں......خصوصاً آخری دعاء:......

''رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ'' (البقرہ:286)

ترجمہ: یا اللہ! ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمارے اندر طاقت نہ ہو......اور ہمیں معاف فرما دے......اور ہمیں بخش دے......اور ہم پر رحم فرما......تو ہی ہمارا یار و مددگار ہے......ہمیں کافروں کے مقابلے میں طاقت، نصرت اور غلبہ عطاء فرما......

سبحان اللہ عجیب دعاء ہے......آپ صرف تین دن سنتوں اور نوافل خصوصاً......تہجد کی نماز کے سجدوں اور التحیات کے آخر میں......یقین کے ساتھ مانگیں......چوتھے دن آپ دیکھیں گے کہ......آپ کا دل اور سینہ نور، طاقت، اعتماد، خوشی اور بے فکری سے بھر جائے گا......

حالات کا بوجھ......خیالات کا بوجھ......وساوس کا بوجھ......گناہوں کی نحوست کا بوجھ......زائد غصے کا بوجھ......ہر وقت پریشان رہنے کا بوجھ......ہر وقت موڈ خراب رہنے کا بوجھ......گندی شہوت کا بوجھ......موذی بیماریوں کا بوجھ......اہل حسد اور اہل شر کی شرارتوں اور حسد کا بوجھ......ان سب سے ان شاء اللہ افاقہ ہوتا چلا جائے گا......خصوصاً یہودیوں......گائے والوں اور منافقین کے اس حالیہ فتنے میں......آپ کو ان شاء اللہ مثالی استقامت اور اعتماد نصیب ہوگا......

دوسرا انمول تحفہ......حضور اقدس ﷺ کی سکھائی ہوئی وہ دعاء ہے جو ہمارے شیطان کو ہم سے دور کرتی ہے......وہ شیطان جو ہم پر ہر وقت مسلط رہ کر......ہمیں ڈراتا رہتا ہے، پریشان کرتا

ہے......اور برائیوں، غلطیوں اور بیماریوں میں دھکیلتا ہے......وہ دعاء ہے......

’’اَللّٰھُمَّ اَخْسِئْ شَیْطَانِیْ وَفُکَّ رِھَانِیْ‘‘

ترجمہ: یا اللہ میرے شیطان کو ذلیل کر کے مجھ سے دور بھگا دے اور میری گردن آزاد فرما دے......

موجودہ حالات میں شیاطین بہت سرگرم ہیں...... جناتی شیاطین بھی اور انسانی شیاطین بھی...... یہ دعاء عجیب، مضبوط اور پُرتاثیر قلعہ ہے......آج کل کے حالات میں روزانہ سو بار...... یقین اور توجہ سے مانگا کریں...... بہت فائدہ ہوگا......بہت فائدہ ان شاء اللہ

ایک گزارش

الحمدللہ......نفل قربانی کی مہم جاری ہے......’’صدقہ‘‘ انسان کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچاتا ہے......فقر و فاقے اور مال کی تنگی سے حفاظت کا ذریعہ ہے...... بلاؤں اور مصیبتوں کو دور بھگانے کا بہترین نسخہ ہے......

اس لیے کھلے دل سے ’’قربانی‘‘ کریں......حالات کے خوف سے اپنا ہاتھ نہ روکیں......اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے زیادہ سے زیادہ گائے ذبح کریں......تاکہ ’’گائے والوں‘‘ کا فتنہ اُن کے اپنے خون میں ڈوب جائے......بظاہر مال کی تنگی کا خطرہ محسوس ہو رہا ہو تو...... نیکی کے کاموں میں اپنا خرچ مزید بڑھا دیں......تب برکت ملتی ہے......اور اللہ تعالیٰ کا فضل......اور جسے اللہ تعالیٰ کی رضا......اور اس کا فضل مل جائے اسے اور کیا چاہیے...... بندہ آج ’’دو قربانیاں‘‘ جمع کرا کے اس ’’بابرکت مہم‘‘ میں حصہ ڈال رہا ہے......آپ بھی تاخیر نہ کریں......

جزاکم اللہ خیرا......واجرکم علی اللہ......

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارِکْ

وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

مولانا طلحۃ السیف

مزیدار پریشانیاں

اس وقت جنگ کا ماحول ہے اور دنیا میں زیادہ تر وہ صورتحال چل رہی ہے جسے کم از کم مزیدار تو نہیں کہا جا سکتا۔

پٹرول کی قیمتوں نے آگ لگا رکھی ہے۔غریب ممالک کے غریب عوام کا تو جو حال ہونا ہے واضح ہے اس پٹرولی مہنگائی نے تو امیر ممالک کے لوگوں کی بھی چیخیں نکلوا رکھی ہیں۔اللہ تعالیٰ سے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں خیر کا سوال ہے۔

پٹرول کے ساتھ جو چیز فوراً مہنگی ہوتی ہے وہ ہے بجلی۔ایک تو اس کی قیمت بجلیاں گرا رہی ہے دوسری طرف روزانہ شدید ہوتی گرمی میں اس کی کمیابی اور آنکھ مچولی غضب ڈھا رہی ہے۔

ایرانی ریال خریدنے والے اپنی الگ پریشانی میں ہیں۔ان کا خیال تھا کہ گذشتہ صدی کے آخر میں ہونے والی عراق کویت جنگ کی طرح ایرانی ریال بھی اپنے خریداروں کو کویتی دینار کی طرح مالا مال کر دے گا لیکن یہاں صورتحال بالکل برعکس نظر آ رہی ہے۔ویسے بھی ایران سے کبھی کسی کو خیر ملی ہے جو ان لالچی خریداروں کو بھی مل جاتی؟ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

معیشت کا جو نظام دنیا میں رائج ہے اس کی بنیاد ہی لالچ اور مفاد پرستی پر ہے اور اس کا بنیادی نکتہ اور محور مجبوریوں سے فائدہ اٹھانا ہے۔نمبروں اور صفروں میں دولت ظاہری طور پر انہی لوگوں کی بڑھتی نظر آتی ہے جو زیادہ لالچی ہیں اور مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کے فن میں طاق ہیں۔اس لیے ان کی دیکھا دیکھی بہت سے کم دولت مند بھی اپنے چلتے نظام معاش کو چھوڑ کر

اس طرح کے کاموں میں کود پڑتے ہیں اور چند دنوں کے بعد یا توکسی عامل کی درگاہ کا چکر لگاتے دکھائی دیتے ہیں یا خودکشی کے لیے اونچے پلوں کو حسرت بھری نگاہوں سے تاکتے نظر آتے ہیں۔اسلام کے نظام معیشت میں خیر ہی خیر ہے جس کا محور انفاق اور نفع رسانی ہے نہ کہ ذخیرہ اندوزی، مال کا انجماد اور مفاد پرستی۔وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ (القرآن)

تیرہ سو1300 سال سے زائد عرصہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نبی کریم ﷺ کے جنازے میں دانستہ تاخیر کا جھوٹا الزام لگانے کا بیانیہ عام کرنے والے اپنی پریشانی میں ہیں کہ ان کے مزعومہ ''نائب امام زمان'' کا جنازہ دوماہ سے زیادہ عرصہ گذر جانے کے باوجود ادائیگی کے انتظار میں باسی ہوکر سرانڈ ابل رہا ہے لیکن ادا نہیں ہو پار ہا اور جھوٹا بیانیہ اپنی موت مر رہا ہے۔ سوال کرنے والے بڑھ چڑھ کر پوچھ رہے ہیں اور جواب دینے والے بغلوں میں منہ چھپا رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی پریشانی مزید بڑھائے اور ان کی رسوائی کے سامان میں اضافہ فرمائے۔ ان کی ذلت کا نظارہ اس جنگ کے حسین ترین اور لذیذ ترین نظاروں میں سے ہے۔

ان سے بڑھ کر مسلمانوں میں چھپے رفض کے وہ ہمدرد اور غمخوار رسوا ہورہے ہیں جنہوں نے عجلت کے عالم میں صفیں باندھ کر غائبانہ جنازے ادا کر لئے کہ مبادا جنگ پھیل جانے کی صورت میں دنیا میں پانی کی ایسی قلت نہ ہوجائے کہ پھر وہ جنازے کے لیے وضوء ہی نہ کرسکیں۔لوگ پوچھ رہے ہیں اور بجا پوچھ رہے ہیں کہ ظالمو! پہلے جنازے کے وارثوں کو تو پڑھ لینے دیتے اتنی کیا جلدی تھی؟ لیکن کیا کیا جائے ہمیشہ غلط صف میں کھڑے ہونے کی عادت ہی اتنی بری طرح پڑ چکی ہے بلکہ باقاعدہ لت لگ چکی ہے۔

موروثیت عام کرنے کا طعن بھی طاعنین کے گلے کا سانپ بن کر مستقل حمائل ہوگیا ہے اور ہونا ہی تھا۔صحابہ کرام پر کیا جانے والا ہر طعن اسی طرح طعن کرنے والوں کے گلے ہمیشہ پڑا

ہے۔تاریخ کا ہر دور اس کا گواہ ہے۔بچہ اس منصب کے میرٹ پر پورا نہیں اُترتا۔اس کی تعلیمی قابلیت بھی خود مقرر کردہ معیار کے مطابق نہیں اور کردار کی ''بلندی'' بھی زبان زد عام ہے۔لیکن انہیں اپنی یہ قے بھی چاٹنی تھی سو چاٹ رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی ذلت کے سامان میں اور اضافہ فرمائے۔

لیکن آپ اگر مجھ سے پوچھیں کہ سب سے زیادہ مزیدار اور لذیذ پریشانی کس کی ہے تو میرا جواب ہے کہ وشوگرو اور مہان دیش بھارت کی۔جنگ شروع ہوئی ہی تھی کہ انڈیا کے مخولیہ میڈیا پر یہ بیانیہ شور سے اُٹھا دیا گیا کہ اب اس جنگ کو روکنے کے لیے ساری دنیا کو انڈیا کے قدموں میں آنا پڑے گا۔وہ امریکہ کا یار ہے۔امریکہ میں مودی کے دوست ''مائی فرینڈ ڈونال ٹرمپ'' کی حکومت ہے۔جسے اقتدار میں لانے کی باقاعدہ مہم مودی کی طرف سے چلائی گئی تھی۔ایران انڈیا کا پرانا مِتر ہے اور اس کی معیشت میں انڈیا کی حصے داری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ایرانی تیل صاف کرنے سے لے کر بندرگاہوں کے نظام تک سب کچھ انڈیا کا مرہون منت ہے۔علاقائی تنازعات اور جنگوں میں ایران کا وزن ہمیشہ انڈیا کے پلڑے میں رہا ہے اور طویل مدتی شراکت داری کے معاہدے بھی ایران کے انڈیا کے ساتھ ہیں۔خلیجی ممالک بھی کسی دوسرے ملک کی نسبت انڈیا کے زیادہ زیر اثر ہیں۔انڈیا کے ساتھ ان کی وسیع تجارت ہے،انڈیا کے ارب پتی تاجروں کا مال ان ممالک کی معاشی رگوں میں سرایت کیا ہوا ہے،انڈیا انہیں افرادی قوت فراہم کرنے کا سب سے بڑا سورس ہے۔ثقافتی اعتبار سے ان ممالک میں انڈیا کا طوطی بولتا ہے۔اور ان میں سے کئی ممالک کے انڈیا کے ساتھ دفاعی معاہدے بھی ہیں۔رہا اس جنگ کا اہم فریق اسرائیل تو وہ انڈیا کا جڑواں بھائی کہلاتا ہے۔دفاعی میدان میں انڈیا اسرائیل کا سب سے بڑا حلیف ہے۔تجارت میں انڈیا کی ساجھے داری اسرائیل کے ساتھ یورپی ممالک سے بھی زیادہ ہے۔اقوام متحدہ میں دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے حق میں ووٹنگ

کرتے ہیں۔غزہ کے معاملے میں انڈیا نے ساری دنیا سے بڑھ کر اسرائیل کی حمایت کی ہے اور اب تو حال ہی میں مودی نے اسرائیل کو بھائی سے بڑھا کر باپ کا درجہ دے دیا ہے اور اسے اپنی فادر لینڈ قرار دے دیا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔اس لیے بس تھوڑا سا انتظار کیجئے اور پھر دیکھئے کہ کس طرح ساری دنیا بابا انڈیا کے چرنوں میں گر کر امن اور صلح کی بھیک مانگنے اور جنگ بندی کا معاہدہ کرانے کی منت لے کر حاضر ہوتی ہے۔ایسے پر جوش تبصرے اور تجزیئے تھے کہ الامان۔ منہ سے جھاگ بہاتے کارٹون نما انڈین اینکر سنبھالے نہیں سنبھل رہے تھے اور تجزیہ کاروں کے جذبات قابو سے باہر تھے۔انہوں نے تو اس کے ساتھ مستقبل کی پیش بندی کے بھی شیخ چلی منصوبوں کا اعلان کر دیا تھا۔انڈیا اپنے اس عالمی کردار کے بدلے کیا کیا تجارتی اہداف حاصل کرے گا۔دفاعی اعتبار سے کن بلندیوں کو چھوئے گا۔اقوام عالم میں اس کا مقام کس طرح بلند ہو جائے گا۔مستقبل کے عالمی فیصلوں پر وہ کس طرح اثر انداز ہوا کرے گا۔ایران سے کیا کیا مفاد سمیٹے گا اور امریکہ سے کیسی رعایتیں حاصل کرے گا۔وغیرہ وغیرہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ پاکستان پر کیسی فیصلہ کن برتری حاصل کرلے گا۔

مگر......

ہوا یوں کہ پاکستان اس بار بھی (انڈین میڈیا کے الفاظ میں) باجی لے گیا۔اب انڈین باجیوں کی چیخیں آسمان پر ہیں اور بھائی سکتہ مرگ میں۔اینکر لائیو آکر سکرینیں توڑ کر اپنے غصے کا اظہار کر رہے ہیں۔تجزیہ کار مودی کے لتے لے رہے ہیں اور دفاعی ماہرین کو اپنے سابقہ تجزیات کے دفاع کا قرینہ نہیں سوجھ رہا۔ہر پروگرام خانہ جنگی کا منظر پیش کر رہا ہے اور مودی منہ چھپائے پھر رہا ہے۔ایران نے انڈیا کو اس معاملے میں گھاس نہیں ڈالی بلکہ باضابطہ خاموش رہنے کا کہہ دیا ہے۔اسرائیل سے پوچھا: پھادر جی ہمارے لائق کوئی خدمت؟ وہ کہہ رہا ہے کہ میری تو خود کوئی نہیں سن رہا تمہارے لئے کیا کروں۔امارات والوں نے کہا ہے کہ تم تو وہی ہو

جن کا تیجس نامی سموسہ ہماری ائیر فیلڈ پر پھٹ گیا تم سے جنگ کے ماحول میں کون مدد مانگ سکتا ہے اور رہا امریکہ اور مائی فرینڈ مسٹر ڈونال ٹرمپ۔ان سے ریکویسٹ کی کہ ہم بھی کوئی کردارادا کرنا چاہتے ہیں موقع دان کیجئے تو انہوں نے کہا ہے کہ اس موضوع پر شٹ اپ پلیز......

کامیڈی کنگ نے انڈیا کو جہنم جیسی سرزمین کے خطاب سے نواز کر جلتی پر مزید تیل ڈال دیا ہے اور اوپر سے اضافی ایندھن کے طور پر آپریشن بنیان مرصوص میں تباہ ہونے والے انڈین طیاروں کی تعداد آٹھ سے بڑھا کر گیارہ کر دی ہے۔اس حالیہ بیان کے بعد تو جو مناظر ہیں ان کا مزا بیان سے باہر ہے۔

اس جنگی صورتحال کی وجہ سے اہل ایمان جن پریشانیوں میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دور فرمائے۔اور جن کی پریشانیوں سے اہل ایمان کو لذت،خوشی اور شفاء الصدور مل رہی ہے ان کی پریشانیوں اور تکلیفوں میں اور اضافہ فرمائے۔آمین......

اور ہاں! بھول نہ جایئے......قربانی کا موسم قریب آرہا ہے۔نفل قربانی مہم شروع ہو چکی ہے۔شہداء کرام کے اہل خانہ اور عظیم دینی کاموں کے مراکز آپ کو اس مہم اور موسم کا خیر،ترقی،خوشحالی اور کامیابی والا عمل یاد دلا رہے ہیں۔نفل قربانی کی صورت میں انفاق اور قربانی جیسے عظیم اعمال میں حصہ لے کر آپ بھی دنیا میں ان برے حالات سے چھٹکارا اور آخرت کی کامیابی پالیں۔

اور یہ بھی یاد رکھئے کہ غزہ میں آج بھی روزانہ درجنوں مسلمان شہید ہو رہے ہیں انہیں اپنی دعاؤں اور تعاون سے کبھی فراموش نہ کریں۔ہماری ایمانی ذمہ داری یہی ہے۔رہی جنگ تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے خیر مانگ کر اسی پر چھوڑ دیں۔ہمارے تبصروں تجزیوں سے اس کا کچھ نہیں ہونے والا......

۱۷

پیغامِ نبوی ﷺ

مفتی محمد منصور احمد

اپنی جگہیں نہ چھوڑنا!

فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ (صحیح بخاری:۳۰۳۹)

''تم لوگ اپنی جگہیں نہ چھوڑنا''

☆ اپنی جگہیں نہ چھوڑنا!

یہ جملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ اُحد کے دن تیر اندازوں سے فرمایا تھا

اب جنگ تو ختم ہو چکی ہے

لیکن وہ مبارک آواز اب تک ہمیں پکار رہی ہے: اپنی جگہیں نہ چھوڑنا!

☆ نمازِ فجر میں حاضر ہونے والے جوانو! اور حفظ قرآن کی درسگاہوں میں بیٹھنے والے بچو! نماز اور درسگاہوں کو نہ چھوڑنا۔

☆ عفت مآب، پردہ دار بچیو! حجاب کو مت اُتارنا!

☆ وہ مائیں جو اپنے بچوں کو نماز روزے کا حکم دیتی ہیں آپ انہیں نماز روزے کا حکم دیتی رہنا!

☆ وہ باپ جو اپنے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کیلئے مسجدوں میں ساتھ لے کر جاتے ہیں آپ اس عمل کو ہرگز ترک نہ کرنا!

☆ ہماری عدم موجودگی میں اہلِ اسلام کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے والے مجاہدو! اس حفاظت میں سستی نہ کرنا!

☆امانت دار ملازمو! اور مخلص مزدورو! اپنی امانت اور خلوص میں کمی نہ آنے دینا!

☆انصاف کرنے والے ججو! رحم دل افسران! اور امانت دار رفقاء! آپ لوگ کبھی اپنے رویے کو تبدیل نہ کرنا!

☆جب کبھی تمہیں سستی گھیرے اور دنیا تمہیں گمراہ کرنے لگے،

☆تو اپنے نبی ﷺ کی آواز کو سننا جو تمہیں پکار رہی ہے: اپنی جگہیں نہ چھوڑنا!

خواتین سے مشورہ لینا مردوں کے لیے عیب کی بات نہیں!

يَا أُمَّ سَلَمَةَ، مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ (مسند احمد: ۱۸۹۱۰)

اے اُم سلمہ: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صلح حدیبیہ میں مشرکین کی حد درجہ رعایت کو دیکھا، وہ لوگ عمرہ کرنے آئے تھے لیکن انہیں اس مقصد سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا، اس پر انہیں سخت غصہ آیا جیسا کہ ایک مؤمن کو اللہ کی خاطر غصہ آتا ہے، یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا:

ہم اپنے دین کے معاملے میں ذلت کو کیوں قبول کریں؟

لیکن نبی کریم ﷺ جن کی تائید تو وحی کے ذریعے کی جاتی ہے، اسی لیے آپ ﷺ کو اللہ کی ذات پر پورا اعتماد تھا، آپ ﷺ جانتے تھے کہ صلح حدیبیہ فتح مکہ کی طرف مثبت پیش رفت ہے، آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم فرمایا:

اے لوگو قربانی کرو اور سر منڈا دو! تاکہ بغیر عمرہ کیئے مدینہ واپس چلے جائیں۔

لیکن ان لوگوں میں سے کوئی بھی نہ اُٹھا، نبی کریم ﷺ انہیں بار بار یہی حکم فرماتے رہے، لیکن سب اس پر عمل کرنے میں ہچکچا رہے تھے!

آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اُم سلمہ! لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ان کے سامنے اپنی قربانی خود ذبح فرمائیں اور احرام سے نکل جائیں، جب وہ آپ کو ایسا کرتے دیکھیں گے تو ضرور ایسے ہی کریں گے، آپ ﷺ خود اپنی قربانی کے پاس

آئے اور اسے ذبح کر دیا، پھر اپنا سر منڈوا دیا، تو سب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی!

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دینی اور حساس قومی معاملے میں اپنے زوجہ سے مشورہ لیتے ہیں!

☆ صرف مشورہ ہی نہیں لیتے بلکہ ان کی رائے پر عمل بھی کرتے ہیں، یہ مردوں کیلئے کوئی عیب کی بات نہیں!

☆ تعجب ہے کہ پھر بھی کوئی آ کر یہ کہتا ہے: کہ عورتوں سے مشورہ تو لو لیکن ان کے مشورے کے خلاف عمل کرو!

☆ بے جا مردانگی اور بیمار ذہنیت کا دین، سنت اور عقل سے کوئی تعلق نہیں!

لوگوں کے مزاج کے مطابق اُن کے ساتھ برتاؤ کریں!

مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ (صحیح مسلم: ۱۷۸۰)

جو ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن دیا جائے گا

فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کے مضافاتی علاقے میں پہنچے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ!

ابوسفیان فخر اور عزت والی چیزوں کو پسند کرتے ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کیلئے اس طرح کی کوئی چیز طے کر دیں تو بہت اچھا ہوگا!

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ اعلان کرے:

جو شخص بھی کعبہ میں داخل ہوگا اسے امن دیا جائے گا، جو اپنے گھر میں رہے گا اسے امن دیا جائے گا اور جو ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امن دیا جائے گا۔

☆ یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب لوگوں کے پاس اپنے گھروں میں رہنے کی گنجائش موجود ہے تو انہیں ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے؟!

☆ کچھ لوگ تعریف کو پسند کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کا چہرہ تعریف سن کر شرم کے مارے سرخ ہو جاتا ہے!

بقیہ صفحہ ۲۰ پر

قاری نوید مسعود ہاشمی

حقوق العباد اور ہمارا طرزِ عمل

حقوق العباد کی پامالیوں کی وجہ سے آج ہمارا معاشرہ جس زبوں حالی کا شکار ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے، دکھ کی بات یہ ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی تو دور کی بات ہمارے ہاں تو اس حوالے سے سوچ بھی ناپید ہوتی جارہی ہے، حالانکہ: اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو نہ صرف عبادات بلکہ باہمی معاملات میں بھی واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کے باہمی حقوق کو بڑی اہمیت دی ہے، خصوصاً ہمسایوں، رشتہ داروں، غلاموں اور ماتحت افراد کے حقوق کے بارے میں سخت تاکید فرمائی ہے۔ایک مسلمان کی پہچان صرف اس کی نماز اور روزہ نہیں بلکہ اس کا اخلاق، حسنِ سلوک اور دوسروں کے ساتھ انصاف بھی ہے۔آئیے دیکھتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات ہمیں معاشرتی زندگی میں کس قدر ذمہ دار اور بااخلاق بننے کا درس دیتی ہیں۔

آئیے پڑھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات ہیں کیا؟

حضرت ابو رمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو ضرر پہنچائے، اللہ تعالیٰ اس کو ضرر پہنچائیں گے اور جو شخص دوسروں پر مشقت ڈالے اللہ تعالیٰ اس پر مشقت ڈالیں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا اس کیخلاف کوئی سازش کرے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بکری ذبح کی گئی، حضرت جب گھر تشریف لائے تو فرمایا: تم لوگوں نے ہمارے یہودی ہمسائے کو بھی گوشت بھیجا کہ نہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جبریل علیہ السلام مجھے ہمسائے کے بارے میں ہمیشہ وصیت و تاکید فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ اسے وارث بنا کے چھوڑیں گے۔

حضرت عائشہ اُمّ المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام مجھے ہمسائے کے بارے میں ہمیشہ (حسن سلوک کی) وصیت وتاکید فرماتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اس کو وارث بنادیں گے۔

یعنی ہمسائے کے حقوق کے بارے میں اتنی تاکید فرماتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ جس طرح کسی شخص کے مرنے پر اس کے عزیز واقارب وارث ہوتے ہیں اسی طرح ہمسائے کو بھی وارث نہ بنا دیا جائے، اس حدیث سے ہمسائے کے حقوق کی حفاظت میں مبالغہ مقصود ہے۔ ہمسایہ عموماً اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا گھر اس کے گھر سے ملا ہوا ہو، ہمسائے کا لفظ مسلم اور کافر، عابد اور فاسق، دوست اور دشمن، اجنبی اور شہری، عزیز واقارب اور اجنبی سب کو شامل ہے اور حسب مراتب ہر ہمسائے کے حقوق کی نگہداشت لازم ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں: ایک وہ ہے جس کا ایک ہی حق ہے اور وہ کافر ومشرک ہمسایہ ہے جس کے ساتھ قرابت کا کوئی تعلق نہ ہو، اس کا صرف ایک ہی حق ہے یعنی ہمسائیگی کا حق اور ایک وہ ہے جس کے دو حق ہیں، یہ مسلمان ہمسایہ ہے اس کا ایک حق ہمسائیگی کا ہے، دوسرا اسلام کا اور ایک وہ ہے جس کے تین حق ہیں، یہ وہ مسلمان ہے جو رشتہ دار بھی ہو، اس کا ایک حق ہمسائیگی کا ہے، دوسرا اسلام کا اور تیسرا قرابت کا۔

شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمسائے کی نگہداشت کمال ایمان میں سے ہے، اہل جاہلیت بھی اس کی نگہداشت کرتے تھے اور ہمسائے کے بارے میں جو وصیت فرمائی گئی ہے اس کی تعمیل اس طرح ممکن ہے کہ حسب طاقت اس کے ساتھ نوع درنوع حسن سلوک کیا جائے، مثلاً ہدیے دینا، سلام کہنا، بوقت ملاقات خندہ پیشانی سے پیش آنا، اس کی خبر گیری کرنا اور جن چیزوں کی اس کو ضرورت ہو ان میں اس کی مدد کرنا اور اس نوعیت کے دوسرے امور۔ نیز ہمسائے کی ایذاء کے اسباب کی مختلف قسمیں ہو سکتی ہیں حسّی بھی اور معنوی بھی۔ ان تمام اسباب ایذاء سے باز رہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص سے ایمان کی نفی فرمائی ہے جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو اور اس بارے میں ایسا مبالغہ فرمایا ہے جس سے ہمسائے کے حق کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ ہمسائے کو نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے اور ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں نیک اور برے ہمسائے کی حالت میں فرق ملحوظ رہے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے

دریافت کیا کہ میرے پڑوسی کا مجھ پر کیا حق ہے؟ فرمایا: اگر بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرو، اگر مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ، اگر قرض مانگے تو قرض دو، اگر تنگ دست ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرو، اس کی خوشی کے موقع پر اسے مبارکباد دو اور اس کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی تعزیت کرو اور اس کی عمارت سے اپنی عمارت بلند نہ کرو، جس سے اس کی ہوا رک جائے اور اپنے گھر میں (عمدہ سالن کی) ہنڈیا کی خوشبو سے اس کا جی برا نہ کرو، الّا یہ کہ اس کو بھی اس میں سے کچھ دے دو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: رفقاء میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جو اپنے رفیق کے حق میں سب سے اچھا ہو اور ہمسایوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہمسایہ سب سے اچھا ہے جو اپنے ہمسایہ کے حق میں سب سے اچھا ہو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: (یہ غلام اور نوکر) تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے زیردست بنادیا ہے۔ پس جس کا بھائی اس کے زیردست ہو اسے چاہئے کہ اس کو اپنے کھانے میں سے کھلائے اور اپنے لباس میں سے پہنائے، اور اس کے ذمہ ایسا کام نہ لگائے جو اس کی ہمت سے زیادہ ہو، پس اگر اس کی ہمت سے زیادہ کام اس کے ذمہ لگا دیا تو اس کی مدد کرے۔

اس حدیث کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا قصہ بھی بیان فرمایا ہے، مورد بن سوید کہتے ہیں میں ربذہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ انہوں نے ایک حلّہ پہن رکھا ہے اور ٹھیک ویسا ہی حلّہ اپنے غلام کو پہنا رکھا ہے، میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میری ایک غلام کے ساتھ تلخ کلامی ہوگئی تھی، میں نے اس کو ماں کا طعنہ دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ابوذر! تجھ میں جاہلیت پائی جاتی ہے، تو نے اس کو ماں کا طعنہ دے ڈالا؟ (آگے وہی ارشاد ہے جو اوپر آچکا) (صحیح بخاری و مسلم)

اس حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ ان کو وہی کھلاؤ، جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو، یہ حکم استحباب پر محمول ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جو اپنے غلاموں اور ماتحتوں سے بدسلوکی کرنے والا ہو۔

غلاموں اور ماتحتوں سے بدسلوکی کرنا اور ان کو مارنا پیٹنا نحوست اور ہلاکت کا موجب ہے جیسا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا برکت وسعادت اور جنت کا موجب ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غلام کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا تو صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا آپ نے ہمیں نہیں بتایا تھا کہ اس امت میں غلام اور یتیم پہلی امتوں کی بہ نسبت زیادہ ہوں گے؟ (اور عموماً غلام لونڈیوں سے لوگ اچھا سلوک نہیں کیا کرتے، اب اگر ان سے بدسلوکی جنت سے محرومی کا ذریعہ ہے تو اس امت کے زیادہ لوگ دوزخ میں جائیں گے) فرمایا، ہاں! (اس امت میں غلام اور یتیم تو ساری امتوں سے زیادہ ہوں گے) اس لئے تم ان سے ایسا شریفانہ برتاؤ کرو جیسا کہ اپنی اولاد سے کرتے ہو اور ان کو وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، صحابہ نے عرض کیا، پس ہمیں کون سی چیز دنیا میں نفع دے گی؟ فرمایا: وہ گھوڑا جس کو تم اس مقصد کیلئے رکھو کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو اور تمہارا غلام تم کو کافی ہے اور جب وہ نماز پڑھے تو تمہارا بھائی ہے۔

بقیہ: پیغام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ کچھ لوگ بہت سخی اور مہربان ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن سے ان کی جان مانگنا، ان سے ایک درہم مانگنے سے آسان ہوتا ہے!

☆ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر آپ انہیں مجلس میں نمایاں جگہ نہیں بٹھاتے تو وہ ناراض ہوجاتے ہیں اور کچھ لوگوں کیلئے سب جگہیں ایک جیسی ہوتی ہیں، بلکہ مجلس کی نمایاں جگہیں انہیں اُلجھن میں ڈالتی ہیں!

☆ جن لوگوں کے ساتھ آپ کوئی معاملہ کرنا چاہتے ہیں ان کے مزاج کو سمجھیں، آپ انہیں راحت دیں گے تو ان سے راحت پائیں گے!

☆ یاد رکھیں کہ ڈاکٹر تمام مریضوں کا علاج ایک ہی دوا سے نہیں کرتے!

☆ اور نہ باورچی تمام کھانے ایک جتنی حرارت پر پکاتے ہیں!

مولانا زبیر طیب

جنت

اللہ تعالیٰ ہمیں ”جنت“ کا شوق نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ”جنت“ پانے کی کوشش اور لذت نصیب فرمائیں۔ آمین

دنیا کی زندگانی

یہ دنیا...... جسے ہم اپنی محنتوں، خواہشوں اور خوابوں کا مرکز بناتے ہیں، حقیقت میں ایک عارضی قیام گاہ سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہاں جو کچھ ہے، سب فنا کے راستے پر گامزن ہے۔ نہ دولت کو بقا ہے، نہ جوانی کو، نہ اقتدار کو، نہ رشتوں کو۔ ہر شے ایک دن مٹ جانے والی ہے۔ انسان جس چیز کو اپنا سمجھ کر سینے سے لگاتا ہے، وقت آتا ہے کہ وہی چیز اس سے چھین لی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس دنیا میں دوام اور استحکام نام کی کوئی چیز نہیں۔ آج جو خوشی ہے، کل غم میں بدل سکتی ہے۔ آج جو کامیابی ہے، کل ناکامی میں ڈھل سکتی ہے۔ آج جو قریب ہیں، کل جدا ہو سکتے ہیں اور آخر کار انسان خود بھی اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

یہ اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہماری تمام تر جدو جہد، ہماری ساری دوڑ دھوپ، صرف اسی عارضی دنیا کے لیے ہونی چاہیے؟ کیا یہ دانشمندی ہے کہ ہم اپنی ساری توانائیاں ایک ایسی چیز پر صرف کر دیں جس کا انجام فنا ہونا ہے؟ یا پھر ہمیں اس چیز کی تلاش کرنی چاہیے جو دائمی ہو، جو ہمیشہ رہنے والی ہو، جس کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں، اور جس کی خوشیاں زوال سے پاک ہوں؟ عقل اور فطرت دونوں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ انسان کو اپنی محنت کا

رخ اس طرف موڑنا چاہیے جہاں دوام ہو، جہاں استحکام ہو، جہاں حقیقی کامیابی ہو اور وہ جگہ صرف ایک ہے "جنت"

جنت کی زندگی

ایک مصروف ترین زندگی جس میں پوری طرح غرق رہتے ہیں۔کھیل کود، مشاغل، ملازمت، بیوی، اولاد، اور مال جمع کرنا، پھر اس کے بعد کیا؟ پھر ہم پر مٹی ڈال دی جاتی ہے اور سب چلے جاتے ہیں اور سفر شروع ہوتا ہے تن تنہا۔ یا تو جنت کی طرف، یا پھر جہنم کی طرف۔اس لیے دنیا کو آخرت کی طرف لے جانے والی سواری بھی کہا جاتا ہے۔تو اس صورت میں ہماری سب سے بڑی خواہش کیا ہوگی کہ ہمارا سفر کس طرف ہونا چاہیے "جنت" کی طرف!

جنت......وہ مقام جہاں فنا کا کوئی تصور نہیں۔جہاں نہ موت ہے، نہ بیماری، نہ جدائی، نہ غم۔وہ ایسی زندگی ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے، ایسی نعمتیں ہیں جو کبھی ختم ہونے والی نہیں، اور ایسی خوشیاں ہیں جو کبھی ماند نہیں پڑتیں۔جنت میں انسان کو وہ سب کچھ ملے گا جو اس نے کھو دیا۔دنیا میں جو چیزیں انسان سے چھن گئیں، جو خواہشیں ادھوری رہ گئیں، جو خواب بکھر گئے ان سب کا ازالہ جنت میں ہوگا۔وہاں ہر محرومی کا مداوا ہے، ہر کمی کی تکمیل ہے، ہر درد کا علاج ہے۔

جنت میں ان لوگوں سے ملاقات ہوگی جو ہم سے بچھڑ گئے۔وہ والدین، وہ اولاد، وہ دوست جن کی جدائی نے ہمارے دلوں کو زخمی کیا وہ سب جنت میں دوبارہ ملیں گے۔نہ کوئی فراق ہوگا، نہ کوئی جدائی۔ وہاں کی ملاقاتیں ہمیشہ کے لیے ہوں گی، وہاں کے تعلقات کبھی نہیں ٹوٹیں گے۔جنت میں وہ قدم بھی مکمل ہوں گے جو دنیا میں ادھورے رہ گئے۔کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے خواب ادھورے رہ گئے، جن کی زندگی کا سفر اچانک رک گیا۔مگر جنت میں ہر ادھورا سفر مکمل ہوگا، ہر نا تمام کہانی اپنے حسین انجام تک پہنچے گی۔

یہ دنیا دکھوں کا گھر ہے۔ یہاں انسان آزمائشوں سے گزرتا ہے۔کبھی بیماری، کبھی غربت، کبھی ناانصافی، کبھی تنہائی ان سب نے انسان کے دل کو بارہا توڑا ہے۔کتنے ہی آنسو بہائے گئے، کتنی ہی

راتیں بے خوابی میں گزریں، کتنے ہی دل ٹوٹ کر بکھر گئے۔

لیکن جنت...... وہاں نہ آنسو ہوں گے، نہ غم۔ وہاں کثرتِ گریہ سے آنکھیں سرخ نہیں ہوں گی بلکہ خوشی اور اطمینان سے چمک رہی ہوں گی۔ وہاں دل ٹوٹے ہوئے نہیں ہوں گے، بلکہ سکون اور محبت سے بھرے ہوں گے۔ نہ کوئی ظلم ہوگا، نہ کوئی تکلیف۔ ہر طرف امن ہوگا، راحت ہوگی، اور دائمی خوشی ہوگی۔ جنت کی نعمتیں انسانی تصور سے بھی بلند ہیں۔ وہاں کے باغات ایسے ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پھل ایسے ہوں گے جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ محلات ایسے ہوں گے جو سونے اور چاندی سے مزین ہوں گے۔ لباس ریشم کے ہوں گے، اور خوشبوئیں ایسی ہوں گی جو دل کو معطر کر دیں گی۔ سب سے بڑھ کر جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی۔ یہ وہ نعمت ہے جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ جب اللہ اپنے بندوں سے راضی ہو جائے، تو اس سے بڑی کامیابی کوئی نہیں۔

جنت کا حصول مگر کیسے؟

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا

جس دن ہم متقی لوگوں کو رحمٰن کی طرف معزز مہمان بنا کر جمع کریں گے۔

اگر آپ سے دنیاوی حکمرانوں کے پاس جانے والے قافلے رہ جائیں تو کوئی بات نہیں، اہم بات یہ ہے کہ بادشاہوں کے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف جانے والا قافلہ آپ سے نہ چھوٹ جائے! یاد رکھیں اس دنیا کا سب سے بڑا اور حقیقی خسارہ ''جنت'' سے چھوٹ جانا ہے۔ اس سے بڑا نقصان کوئی نہیں۔

کیا ہم واقعی جنت کے طلبگار ہیں؟ کیا ہماری زندگی کا رخ اس طرف ہے؟ یا ہم دنیا کی وقتی چمک دمک میں اتنے کھو گئے ہیں کہ ہم نے اپنی اصل منزل کو بھلا دیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ جنت سستی نہیں ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے۔ نیک اعمال، صبر، تقویٰ، اخلاص، اور تعلق مع اللہ یہ سب وہ راستے ہیں جو جنت تک لے جاتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم جنت کے تذکرے سنتے اور سناتے تو بہت ہیں مگر اس کا حقیقی شوق ہمارے

دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ ہم اسے اپنی ترجیحات میں اول نمبر پر نہیں رکھتے۔ دنیا کی ضرورتوں کو پورا کرنا اگرچہ ضروری ہے، مگر انہیں اپنی زندگی کا مقصد بنانا اور پھر اسی میں اپنی پوری زندگی صرف کر دینا بہت گھاٹے کا سودا ہے۔ آج ہی کوشش کیجئے! ’’جنت‘‘ کے حصول میں خود کو صرف کر دیں۔ صبح وشام ایک ہی فکر ہو کہ کیسے ’’جنت‘‘ میں داخلہ ممکن ہو سکتا ہے۔ ہمارے اسلاف ’’جنت‘‘ کے حصول میں بہت مشاق رہتے تھے اور دنیا کی زندگانی میں ان کا مقصد صرف اور صرف ’’جنت‘‘ کا حصول ہوتا تھا۔ ’’حلیۃ الاولیاء‘‘ میں ہے کہ مشہور بزرگ ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ بازار میں پھلوں کے پاس سے گزرتے، ان کی خواہش کرتے حالانکہ ان کی قیمت ادا کرنے کے لیے ان کے پاس کچھ نہ ہوتا، تو وہ ان سے کہتے تم سے ملاقات کا وعدہ جنت میں ہے۔ یعنی وہ اپنی اس ادنیٰ سی خواہش کی تکمیل بھی ’’جنت‘‘ میں چاہتے تھے۔

یا اللہ! ہمیں جنت عطاء فرما۔ اس کی نعمتیں، اس کا امن، اس کا سکون، اس کا اطمینان، اس کی راحت، اس کی ٹھنڈی چھاؤں، اس کے باسی، اس کی نہریں، اس کے درخت، اس کی سلامتی، اس کی خوشیاں، اس کی بشارتیں...... اپنوں سے ملاقات، اس میں ہمیشہ کی زندگی، اور تیری رضا و دیدار کی نعمت بھی عطا فرما۔ اے میرے ربّ!

بقیہ: عالم ربانی، رئیس المحدثین حضرت شیخ محمد عوامہ دامت برکاتہم

طلبہ کو قدیم نظام تعلیم اور سلف صالحین کے طرز کے ساتھ جوڑنے کی یہ ایک بہترین کاوش ہے۔ اس طریقہ میں جہاں وسعتِ ظرفی اور علمی تشنگی کی سیرابی ہے، وہیں اس میں اخلاص وللہیت اور علمی وعملی تربیت کا عنصر بھی غالب ہے۔ اس طرزِ تعلیم کو ہمارے ہاں بھی بخوبی چلایا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ یہاں بھی ماہرین فن اور مخلصین جمع فرما دیں تا کہ ہم جیسے طلبہ کی علمی سیراب کا کچھ ساماں ہو سکے۔

جاری ہے

مولانا محمد نعمان خلیل

٢

عالم ربانی رئیس المحدثین حضرت شیخ محمد عوامہ دام ظلہ

اللہ تعالیٰ سے علم نافع، پاکیزہ رزق اور مقبول عمل کا سوال ہے۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّی اَسْأَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا طَیِّبًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا

حضرۃ الشیخ محمد عوامۃ حفظہ اللہ اپنے دروس میں طلبہ کو اکثر اس دعاء کی تلقین فرماتے ہیں۔

حضرۃ الشیخ محمد عوامۃ حفظہ اللہ کی رسمی تعلیم کے مراحل:

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ نے جس طرح مشیخیت کی طرز پر تعلیم وتربیت پائی، اسی طرح رسمی طریقہ تعلیم یعنی جامعات و مدارس کے طرزِ تعلیم سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا۔ بارہ سال کی عمر تک اپنے علاقائی مدرسہ، مدرسہ عمر بن عبد العزیز میں زیرِ تعلیم رہے، بعدازاں اپنے سب سے پہلے شیخ ومربی حضرت محمد سلقینی رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر حلب کی ایک عظیم غیر سرکاری، دینی درس گاہ المدرسۃ الشعبانیۃ میں داخل ہو گئے۔ یہ مدرسہ سلطنتِ عثمانیہ کی یادگار میں سے تھا اور قدیم روایات کا پاسبان تھا، اس میں اسی قدیم طرز پر مرحلہ وار اور درجہ بندی کے ساتھ علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ اور المدرسۃ الخسرویۃ:

حضرت شیخ حفظہ اللہ کے تعلیمی زمانے کی ابتدا میں حلب میں غیر سرکاری چھوٹے چھوٹے متفرق جامعات اور مدارس آباد تھے، کچھ عرصہ بعد حکومتی سطح پر ان مدارس کو بند کروادیا گیا اور ان جامعات و مدارس کے طلبہ کو حلب کی عظیم دینی درس گاہ، المدرسۃ الثانویۃ الشرعیۃ میں جمع کیا گیا، جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جاتے تھے اور سرکاری طور پر اسناد بھی جاری ہوتی تھیں۔ یہ مدرسہ المدرسۃ الخسرویۃ کے نام سے مشہور رہے۔ یہ حلب کا سب سے پہلا مدرسہ ہے، جو عثمانی دورِ خلافت میں سن ٩٥١ھ بمطابق ١٥٤٧ء

میں قائم کیا گیا۔اس سے زمانے کے بڑے بڑے فقہاء ومحدثین اور عصری علوم کے ماہرین پیدا ہوئے، شام کے مشہور عالم دین اور فقیہ ڈاکٹر مصطفی الزرقا اور محقق ومحدث شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے جبالِ علم بھی اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے، یہ مدرسہ اپنی جامعیت اور تبحرعلمی کی وجہ سے مصر کے جامعۃ الازہر کے درجہ کا سمجھا جاتا ہے۔حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ کو بھی یہاں پڑھنے کی سعادت ملی اور 1962ء میں یہاں سے سندِ فراغ حاصل کی۔

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ اور جامعۃ الازہر:

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ نے اپنے بعض ساتھیوں کے ہمراہ المدرسۃ الشعبانیۃ کے بند ہوجانے کے بعد اپنے دونوں شیوخ کی اجازت سے مصر کے جامعۃ الازہر کا رخ کیا۔شیخ عبداللہ سراج الدین اور شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہما نے ان کے ہمراہ جامعۃ الازہر کے کبار اساتذہ کے نام خطوط بھی لکھ بھیجے، تاکہ ان پر خصوصی توجہ دی جاسکے، لیکن وہاں زیادہ رہنا مقدر نہ ہوسکا اور یہ سب ساتھی دو ماہ بعد ہی اپنے شیوخ کے حکم پر واپسی حلب آگئے۔

حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ اور جامعۃ دمشق کا کلیۃ الشریعۃ:

جامعۃ دمشق، سوریہ کی سب سے قدیم حکومتی اور سرکاری یونیورسٹی ہے، جس کا مرکز سوریہ کے دارالحکومت دمشق میں ہے۔اس کی متعدد شاخیں سوریہ کے دیگر علاقوں میں بھی قائم ہیں، اس کے مختلف شعبہ جات ہیں، جن میں ایک شعبہ کلیۃ الشریعۃ کا ہے، جہاں تمام اسلامی علوم، بالخصوص الفقہ الاسلامی کو تقابلی منہج سے پڑھایا جاتا ہے، جسے اصطلاح میں ''الفقہ المقارن'' کہتے ہیں ۔ یہ یونیورسٹی شام اور عالم عرب کے مشایخ و اساتذہ اور ماہرین علوم وفنون کا مرکز رہی ہے۔حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ نے 1962ء میں مدرسۃ الثانویۃ الشرعیۃ سے فراغت کے بعد جامعہ دمشق کے کلیۃ الشریعۃ میں داخلہ لے لیا۔جہاں پانچ سال تک آپ کبار مشایخ سے مختلف علوم میں استفادہ کرتے رہے، جن میں متعدد کتب کے مصنف الاستاذ محمد مبارک، امام النحو ڈاکٹر مازن مبارک، السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي کے مصنف ڈاکٹر مصطفی السباعی، حضرت شیخ عبد الفتاح ابو غدہ، ڈاکٹر امین مصری اور الفقه الإسلامي وأدلته کے مؤلف ڈاکٹر وھبۃ الزہلی رحمۃ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔

الطريقة المشيخية کا جدید طرز:

شیخ عبد اللہ سراج الدین اور شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہما نے جب دیکھا کہ قدیم طرز کے مدارس جیسے المدرسۃ الشعبانیۃ وغیرہ پر پابندی لگادی گئی ہے، اور طلبہ جدید طرز پر تعلیم حاصل کرنے لگے ہیں، جس کی وجہ سے قدیم علماء کی روایت مٹتی جارہی ہے، تو آپ دونوں حضرات نے مشورہ کیا کہ قدیم علماء کے طرزِ تعلیم کو زندہ رکھنا چاہیے، اس کے لیے یہ ترتیب بنائی گئی کہ آپ حضرات نے اپنے دس مایہ ناز طلبہ منتخب کیے اور مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو تیار کیا کہ وہ ان دس طلبہ کو بطورِ خاص تعلیم دیں۔ اس طرح ایک شاندار کمیٹی وجود میں آگئی۔ اس تعلیم کا وقت رسمی تعلیم کے اوقاتِ کار سے مختلف رکھا گیا یعنی عصر تا مغرب، تاکہ طلبہ کی رسمی تعلیم متاثر نہ ہو اور اس مجلس کا انعقاد حلب کی قدیم ترین مسجد جامع الحموی میں طے ہوا تاکہ طلبہ کا رشتہ اساتذہ کے ساتھ ساتھ مسجد کے ساتھ بھی مضبوط ہو سکے اور علم کی زینت کے ساتھ عمل کا نور بھی دلوں میں اتر پائے۔ اس میں مختلف علوم پڑھانے والے پانچ اساتذہ کا انتخاب کیا گیا، ہفتہ کے دنوں اور کتابوں کے اعتبار سے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

ہفتہ کے دن شیخ محمد ابو الخیر زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیضاوی سامنے رکھ کر تفسیر پڑھاتے۔ اتوار کے دن شیخ عبد اللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ حدیث کا درس دیتے، جس میں فیض القدیر للمناوي کو مقرر کیا گیا۔ پیر کے دن شیخ محمد سلقینی رحمۃ اللہ علیہ فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب "الاختیار" پڑھاتے۔ منگل کے دن شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ اصول کی کتاب "نسمات الاسحار" کا درس دیتے۔ بدھ کے دن شیخ احمد قلاش نحو کی کتاب "أوضح المسالك" کی تدریس فرماتے۔ جمعرات کو شیخ محمد سلقینی رحمۃ اللہ علیہ وہی فقہ حنفی کی کتاب "الاختیار" پڑھایا کرتے تھے۔

یہ دروس صرف دس خاص تلامذہ کے لیے تھے، جن میں شیخ محمد عوامہ، شیخ زہیر ناصر، شیخ عبد المجید معاذ، شیخ عبد الستار ابو غدۃ، شیخ عبد الحفیظ قلعجی اور شیخ عبد المجید قطان سرِفہرست تھے۔

یہ سلسلہ ایک سال تک اسی ترتیب سے چلتا رہا، بعد ازاں یہی سلسلہ ایک بہترین مدرسہ کی بنیاد ثابت ہوا، جس کے بانی مبانی حضرت شیخ عبد اللہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جس کا کچھ تذکرہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

بقیہ صفحہ ۲۴ پر

مولانا عبدالحفیظ امیرپوری

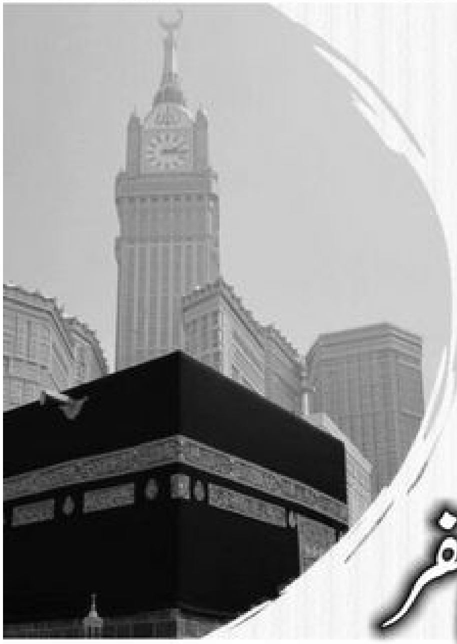

حج

بندگی، مغفرت اور نجات کا عظیم سفر

حج اسلام کے عظیم ترین ارکان میں سے ایک ہے، وہ رکن جس پر ایمان، عبادت اور عملی بندگی کی ایک حسین عمارت قائم ہوتی ہے۔ قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے اس کی فرضیت اسی طرح ثابت ہے جیسے نماز، روزہ اور زکاۃ کی فرضیت مسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

”وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ“

اس آیت کریمہ میں نہ صرف حج کی فرضیت کو قطعی انداز میں بیان کیا گیا ہے بلکہ اس سے اعراض کرنے والوں کے لیے سخت تنبیہ بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسلام کی بنیاد جن پانچ ستونوں پر رکھی، ان میں حج کو نمایاں مقام عطا فرمایا، جس سے اس کی اہمیت اور عظمت دوچند ہو جاتی ہے۔

انسان فطرتاً اپنے گھر، اپنے وطن، اپنے اہل وعیال اور اپنے مال و اسباب سے محبت رکھتا ہے، ان سے جدا ہونا اس کے لیے آسان نہیں ہوتا، مگر جب بندہ حج کے لیے نکلتا ہے تو وہ ان سب محبوب چیزوں کو پیچھے چھوڑ کر، اپنی خواہشات کو قربان کر کے اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے ایک ایسے سفر پر روانہ ہوتا ہے جو محض ظاہری سفر نہیں بلکہ ایک روحانی اور عاشقانہ سفر ہوتا ہے۔ یہ وہ سفر ہے جس میں بندہ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہے، اس کے گھر کا طواف کرتا ہے، اس کے حضور عاجزی و انکساری کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت نے حج کے لیے ایسی رغبت دلائی ہے کہ ہر صاحب استطاعت مسلمان کے دل میں بیت اللہ کی زیارت کا شوق موجزن ہو جاتا ہے۔

حج بندے کے لیے اپنی ترجیحات کو درست کرنے کا بھی ایک سنہری موقع ہے۔ دنیا کی دوڑ دھوپ میں انسان اکثر اپنے مقصدِ حیات کو بھول جاتا ہے، مگر جب وہ حرم کی فضاؤں میں پہنچتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ اصل کامیابی مال و منصب میں نہیں بلکہ اللہ کی رضا میں ہے۔ یہی شعور اگر حج کے بعد بھی زندہ رہے تو انسان کی پوری زندگی بدل سکتی ہے، اس کے فیصلے بدل جاتے ہیں، اس کی سوچ بدل جاتی ہے اور وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی آخرت کا مسافر بن جاتا ہے۔

حج دراصل بندے کے لیے اپنی زندگی کا ایک مکمل محاسبہ بھی ہے۔ جب وہ بیت اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اسے اپنے ماضی کے تمام اعمال یاد آنے لگتے ہیں، اپنی کوتاہیاں، اپنی لغزشیں اور اپنے گناہ اس کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس وقت اس کے دل سے جو آنسو بہتے ہیں، وہ محض جذبات نہیں ہوتے بلکہ سچی توبہ اور رجوع الی اللہ کی علامت ہوتے ہیں۔ یہی وہ کیفیت ہے جو انسان کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے اور اس کے دل کو حقیقی سکون عطا کرتی ہے۔

حج امتِ مسلمہ کی وحدت اور اجتماعیت کا ایک عظیم مظہر بھی ہے۔ دنیا کے کونے کونے سے آنے والے مسلمان، رنگ و نسل، زبان اور قومیت کے تمام امتیازات کو مٹا کر ایک ہی لباس میں، ایک ہی نعرۂ لبیک کے ساتھ ایک رب کے حضور جھک جاتے ہیں۔ یہ منظر اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ اسلام میں اصل فضیلت تقویٰ کی ہے نہ کہ مال و دولت یا حسب و نسب کی۔ اس اجتماع سے مسلمان یہ سبق لیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں بھی اخوت، مساوات اور اتحاد کو فروغ دے۔

اسی طرح حج انسان کے اندر عاجزی اور انکساری پیدا کرتا ہے۔ جب ایک امیر اور غریب، حاکم اور محکوم سب ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں، ایک ہی طرح کا لباس پہن لیتے ہیں اور ایک ہی انداز میں عبادت کرتے ہیں تو انسان کے دل سے تکبر اور غرور ختم ہو جاتا ہے۔ وہ یہ حقیقت سمجھ لیتا ہے کہ اصل بڑائی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور بندہ جتنا جھکے گا، اتنا ہی بلند ہوگا۔

حج کا ہر عمل ایک سبق اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ صفا و مروہ کی سعی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی بے مثال قربانی اور توکل کی یاد دلاتی ہے، قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت اور ایثار کا پیغام دیتی ہے، اور رمیِ جمرات انسان کو یہ سکھاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں شیطان اور اس کے وسوسوں کو ٹھکرا دے۔ یوں حج صرف عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل تربیتی نظام ہے جو انسان کو ایک بہتر اور کامل مسلمان بناتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ایمان کو سب سے پہلے بیان فرمایا، پھر جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر کیا اور اس کے بعد حج مبرور کو شمار کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حج مبرور ایک نہایت اعلیٰ اور عظیم عمل ہے۔ حج مبرور دراصل وہ حج ہے جو اخلاص کے ساتھ ادا کیا جائے، جس میں نہ کوئی گناہ شامل ہو، نہ ریاکاری ہو، نہ دنیاوی نمود و نمائش کا شائبہ ہو، بلکہ صرف اللہ کی رضا مقصود ہو۔ ایسا حج انسان کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیتا ہے، اس کے اندر نیکی کی رغبت بڑھ جاتی ہے، گناہوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی سوچ آخرت کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔

احادیث مبارکہ میں حج مبرور کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے، وہ انسان کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور حج مبرور کا بدلہ تو صرف جنت ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اور اس دوران نہ کوئی فحش بات کرے اور نہ کوئی گناہ، تو وہ اس دن کی طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ یہ خوشخبری دراصل بندے کے لیے ایک نئی زندگی کی نوید ہے، گویا حج کے بعد اس کے گناہوں کا نام و نشان مٹ جاتا ہے اور اسے ایک پاکیزہ زندگی کا نیا موقع عطاء کیا جاتا ہے۔

حج اور عمرہ کو بار بار ادا کرنے کی ترغیب بھی اسی لیے دی گئی ہے کہ یہ نہ صرف گناہوں کو مٹاتے ہیں بلکہ فقر و تنگ دستی کو بھی دور کرتے ہیں۔ جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی سے میل کچیل کو

صاف کر دیتی ہے، اسی طرح یہ عبادات انسان کے ظاہر و باطن کو پاک کر دیتی ہیں۔ حج میں خرچ کیا جانے والا مال بھی ضائع نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس عطاء فرماتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی طرح ہے جس کا ثواب سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

حج کرنے والوں کا مقام اللہ کے ہاں بہت بلند ہے۔ وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، ان کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں، ان کی حاجات پوری کی جاتی ہیں اور ان کی سفارش بھی قبول کی جاتی ہے۔ یہ اعزاز کسی معمولی عبادت کے نتیجے میں نہیں ملتا بلکہ یہ اس عظیم سفر کی برکت ہے جس میں بندہ اپنے رب کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اور لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کی صداؤں سے فضا کو معطر کرتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ استطاعت رکھنے کے باوجود حج ادا نہیں کرتے، ان کے لیے سخت وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کے بارے میں سخت الفاظ ارشاد فرمائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اس کو انتہائی سنگین کوتاہی قرار دیا۔ یہ وعیدیں دراصل ہمیں جھنجھوڑنے کے لیے ہیں کہ ہم دنیا کی مصروفیات میں اتنے گم نہ ہو جائیں کہ اپنے رب کے اس عظیم حکم کو ہی بھلا بیٹھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ زندگی بہت مختصر ہے اور اس کا کوئی بھروسہ نہیں۔ آج جو فرصت اور استطاعت ہمیں حاصل ہے، ضروری نہیں کہ کل بھی باقی رہے۔ اس لیے دانشمندی اسی میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے تو فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی جائے اور حج جیسے عظیم فریضے کی ادائیگی میں تاخیر نہ کی جائے۔ یہ دنیا چند روزہ قیام گاہ ہے، یہاں کا ہر لمحہ قیمتی ہے، اور جو وقت گزر گیا وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔ اگر ہم اپنے دلوں میں جھانکیں تو محسوس ہوگا کہ ہم گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں اور اللہ کی مغفرت کے سخت محتاج ہیں۔ حج ایک ایسا موقع ہے جو ہمیں پاکیزگی، مغفرت اور اللہ کے قرب کی دولت عطا کرتا ہے۔ لہٰذا جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و صحت اور راستے کی سہولت عطا فرمائی ہے، انہیں چاہیے کہ اس سعادت کو حاصل کرنے میں دیر نہ کریں،

اپنے رب کے دربار میں حاضری دیں اور اس عاشقانہ سفر کے ذریعے اپنی دنیا و آخرت سنوار لیں۔

تاہم یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود اس عظیم فریضے کو ٹالتا رہتا ہے، وہ اپنے آپ کو سخت خسارے میں ڈال رہا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں ایسے لوگوں کے لیے نہایت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص کے پاس زادِ راہ اور سواری موجود ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکے اور پھر بھی وہ حج نہ کرے، تو اس کے لیے کوئی پروا نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔ یہ الفاظ محض ڈرانے کے لیے نہیں بلکہ ایک سنجیدہ تنبیہ ہیں کہ ایمان کا تقاضا صرف زبانی دعویٰ نہیں بلکہ عملی اطاعت بھی ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارادہ کہ ایسے لوگوں پر جزیہ عائد کیا جائے جو استطاعت کے باوجود حج نہ کریں، اس بات کی شدت کو ظاہر کرتا ہے کہ اسلام میں اس فریضے کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔

یہ وعیدیں ہمیں جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہیں کہ ہم دنیا کی وقتی مصروفیات، کاروبار اور آسائشوں میں اس قدر نہ کھو جائیں کہ اپنے رب کے اس واضح حکم کو ہی پس پشت ڈال دیں۔ مال و دولت، صحت اور فرصت سب عارضی چیزیں ہیں، آج ہیں تو کل نہیں بھی ہو سکتیں۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو ارادہ تو رکھتے تھے مگر مہلتِ عمل ختم ہو گئی اور وہ اس سعادت سے محروم رہ گئے۔ اس لیے عقل مندی یہی ہے کہ تاخیر اور سستی کو چھوڑ کر فوراً اللہ کے حکم کی تعمیل کی جائے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حسرت ہی ہمارا مقدر بن جائے اور ہم ہمیشہ کے لیے اس عظیم نعمت سے محروم رہ جائیں۔

آخر میں بارگاہِ الٰہی میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حج و عمرہ کی سچی تڑپ عطاء فرمائے، ہمیں اپنے گھر کی حاضری نصیب کرے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمارے دلوں کو اخلاص سے بھر دے اور ہمیں حج مبرور اور سعی مشکور کی دولت سے مالا مال کرے۔

یا اللہ! ہمیں اپنی رضا کے راستے پر چلنے کی توفیق عطاء فرما، ہماری کوتاہیوں کو درگزر فرما اور ہمیں ان خوش نصیب بندوں میں شامل فرما جنہیں تو اپنے گھر کی زیارت اور اپنی رحمتوں کی بارش سے نوازتا ہے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادعیہ نبویہ (صلوٰۃ اللہ علیٰ صاحبہا)

اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (وَرَحِيْمَهُمَا) تُعْطِيْهِمَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ اِرْحَمْنِي رَحْمَةً تُغْنِيْنِي بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ

ترجمہ یا اللہ! بادشاہت کے مالک! آپ جسے چاہتے ہیں بادشاہت عطاء فرماتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں بادشاہت چھین لیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں، آپ کے ہاتھ میں ہی بھلائی ہے، بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے دنیا و آخرت کے رحمٰن (اور ان دونوں کے رحیم) آپ جسے چاہتے ہیں یہ دونوں چیزیں عطاء فرماتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں یہ دونوں چیزیں روک لیتے ہیں، مجھ پر رحم فرمائیے ایسی رحمت کے ساتھ جس کے ذریعہ آپ مجھے بے نیاز فرما دیں دوسروں کے رحم و کرم سے۔

الطبرانی فی الصغیر، رقم: 558

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

ترجمہ یا اللہ! آپ اپنے حلال کے ذریعے میرے کفایت فرمائیے حرام سے بچاتے ہوئے اور اپنے فضل سے مجھے اپنے غیر سے بے نیاز فرما دیجئے۔

ترمذی، رقم: 3563

معرکۂ ابرق 11 ہجری: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد عرب کے قبائل میں ارتداد کا فتنہ اُٹھا۔ مدینہ منورہ اور ربذہ کے درمیان چند قبائل مرتد ہوئے جن میں ثعلبہ سرفہرست تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ بنفس نفیس مسلمانوں کا لشکر لے کر اُن کی سرکوبی کیلئے نکلے اور ''وادیٔ ابرق'' کے مقام پر انہیں تہہ تیغ فرمایا۔

وادیٔ ابرق کے مناظر